دسویں باب کے چھٹے شعر میں ہوا ہے۔ پہلے اور دوسرے شعر میں پہلے پانچ اور پھر چار عناصر کا ذکر ہے۔ بابا نے اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا، پہلے پانچ روپے دیے اور پھر 4، کل نو روپے۔ لکشمی بائی کے ہاتھ سے نہ جانے کتنے 9 روپے گزرے ہوں گے لیکن اس نو روپیوں کو جو بابا کا تحفہ تھا وہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ہمیشہ خبر دار اور ہوشیار ہونے کی وجہ سے بابا نے اپنے آخری وقت میں کچھ اور پیش بندیوں کا بھی خیال رکھا۔ اس خیال سے یا مقصد سے کہ ان پر اپنے بھگتوں سے محبت کرنے کا الزام نہ لگایا جائے انھوں نے انھیں وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ کاکا صاحب دیکشت باپو صاحب بوٹی اور دوسروں نے بڑے شوق سے مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر رہنے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے انھیں واڑا چلے جانے اور کھانا کھا کر آنے کے لیے کہا۔ وہ نہ تو بابا کو چھوڑ سکتے تھے اور نہ ان کی حکم عدولی کر سکتے تھے۔ چناں چہ وہ بوجھل دل اور بوجھل قدموں سے واڑا گئے۔ وہ جانتے تھے کہ بابا کی حالت بڑی نازک ہے اس لیے وہ انھیں بھلا نہیں سکتے تھے۔ وہ کھانے کے لیے تو بیٹھے پر ان کا دل کہیں اور تھا یعنی وہ بابا کے پاس تھا۔ کھانا ختم کرنے سے پہلے ہی انھیں خبر ملی کہ بابا نے اس جہاں فانی سے کوچ کر لیا وہ کھانا چھوڑ کر مسجد کی طرف بھاگے اور انھوں نے دیکھا کہ بابا بیاجی آپا کی گود میں تھے۔ وہ نہ تو زمین پر گرے اور نہ ہی بستر پر پڑے رہے بلکہ خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ سے سخاوت کرتے ہوئے اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ صوفی یا سنت لوگ جسم کا روپ اختیار کر کے اس دنیا میں کسی خاص مقصد سے آتے ہیں اور جب وہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ بڑی خاموشی اور آسانی کے ساتھ اسی طرح یہاں سے چلے جاتے ہیں جیسے آئے ہوتے ہیں۔

کہ میری بھوک کو مٹانے کی ہے۔ کتا بھی روح رکھتا ہے۔ جاندار چاہے الگ الگ ہوں پر ان کی بھوک تو ایک ہے۔ چاہے کچھ اس کا اظہار کر سکتے ہوں اور کچھ نہ کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے وہ حقیقت میں میری خدمت کرتا ہے اس کی ایک بدیہی صداقت سمجھو"۔

یہ ایک عام سا واقعہ ہے، لیکن بابا نے اس کے ذریعے ایک بڑی روحانی صداقت کو پیش کیا اور بغیر کسی دوسرے کے جذبات کو مجروح کیے اس کی روزانہ زندگی میں برتنے کا طریقہ بتایا۔ اس دن کے بعد لکشمی بائی نے پیار و محبت کے ساتھ ہر روز انھیں دودھ روٹی کھلانے کا سلسلہ شروع کیا۔ بابا اسے قبول کر کے تعریفی انداز میں کھانے لگے۔ وہ اس میں سے ایک حصہ لے کر باقی لکشمی بائی کے ذریعے رادھا کرشنا مائی کو بھیجتے جو ہمیشہ بابا کی چھوڑی ہوئی غذا کو لطف لے لے کر پرساد کے طور پر کھاجاتی۔ روٹی سے متعلق اس کہانی کو موضوع سے ہٹنا قرار نہ دینا چاہیے کیوں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بابا جانداروں میں رہتے ہوئے بھی ان سے ماورا تھے۔ وہ ہر جگہ موجود، جنم اور مرن سے عاری اور لافانی تھے۔

بابا نے لکشمی بائی کی خدمت کو یاد رکھا۔ وہ اسے کس طرح فراموش کر سکتے تھے۔ اپنے جسم کو ترک کرنے سے پہلے انھوں نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر پہلے اسے 5روپے دیے اور پھر 4دیے یعنی کل نو روپے عطا کیے۔ نو کا ہندسہ دراصل جاں نثاری او روفاداری کی ان نو قسموں کی علامت تھا جن کا بیان سترہویں باب میں ہے۔ یہ سیمولنگھ (سرحد پار کرنے کی رسم) کے موقع پر پیش کی گئی دکشنا کی علامت بھی ہو سکتا ہے۔ لکشمی بائی ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اسے کسی روپے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ بابا نے اس کی توجہ اچھے بھگت کے ان نو گنوں کی طرف مبذول کرائی ہو جن کا ذکر بھگوت گیتا کے گیارہویں "کھنڈ" کے

## لکشمی بائی کو سخاوت

سبھی ہندو وجے دشمی کو بہت ہی متبرک دن قرار دیتے ہیں اور یہ بہت ہی مناسب ہے کہ بابا اسی دن کو زندگی کی سرحد کو عبور کرنے کے لیے منتخب کریں۔ وہ اس دن سے قبل کچھ علیل تھے۔ لیکن اندر سے وہ ہمیشہ سے بیدار ذہن تھے۔ چناں چہ انتقال سے قبل وہ بغیر کسی کی مدد کے وہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور ان کی حالت اچھی نظر آرہی تھی۔ لوگوں نے سوچا کہ خطرہ ٹل گیا ہے اور ان کی حالت بہتر ہو رہی ہے لیکن وہ جانتے تھے کہ انھیں جلد ہی دوسری دنیا کی طرف سفر کرنا ہے اس لیے وہ کچھ پیسا سخاوت کے طور پر لکشمی بائی شنڈے کو دینا چاہتے تھے۔

## تمام جانداروں میں بابا کی موجودگی

لکشمی بائی کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ دن رات دوار کا مسجد میں کام کرتی تھی۔ بھگت مہالا سپتی، تاتیا اور لکشمی بائی کے سوائے اور کسی کو رات کے وقت دوار کا مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک بار شام کے وقت جب بابا تاتیا کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے لکشمی بائی نے آکر بابا کو سلام کیا۔ بابا نے اس سے کہا۔ "لکشمی مجھے سخت بھوک لگی ہے" واپس جاتے ہوئے اس نے کہا" بابا تھوڑی دیر انتظار کرو میں روٹی لے کر آتی ہوں"۔ وہ روٹی اور سبزیاں لے کر آئی اور انھیں بابا کے سامنے رکھ دیا۔ بابا نے انھیں اٹھا کر کتے کے سامنے ڈال دیا۔ اس پر لکشمی بائی نے دریافت کیا: "بابا یہ کیا ہے؟ میں نے یہاں سے بھاگتے ہوئے جا کر اپنے ہاتھ سے روٹی بنائی اور آپ نے اسے ایک ٹکڑا کھائے بغیر کتے کو ڈال دیا۔ آپ نے مجھے خواہ مخواہ یہ سب کرنے کے لیے کہا" بابا نے جواب دیا:-

"تم بے کار افسوس کر رہی ہو۔ کتے کی بھوک کو مٹانے کی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی

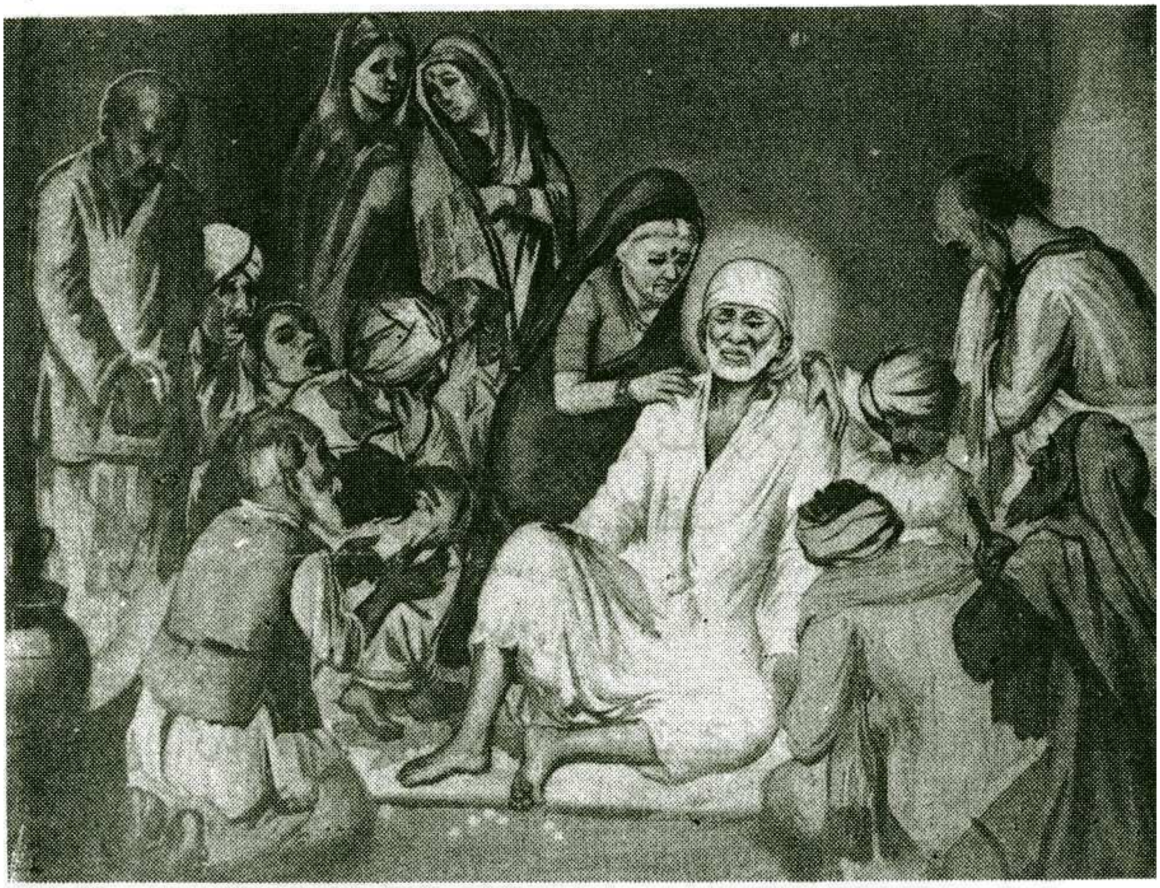

بابا اپنا خاکی شریر ۱۵/ اکتوبر ۱۹۱۸ء دسہرہ کے دن چھوڑ کر شدھ روپ میں داخل ہو گئے۔ اس غمگین اور سرنوشت قضا کو دیکھ کر شرڈی گاؤں میں سناٹا چھا گیا۔ بابا نے آخری سانس اپنے اس بھگت کے کندھے پر تیاگ دیا جس نے عمر بھر ان کی خدمت انجام دی تھی۔ ان کے جانے کے باوجود بابا کا پریم ان بھگتوں اور شرڈی نواسیوں میں زیادہ بڑھ گیا کیوں کہ ان کو ایسے افشا اور مثالیں اب بھی مل رہی ہیں جو بابا نے زندہ جاوید اور رہبری کے طور پر قائم کی ہیں۔

"اگر تم میری طرف دیکھو گے، میں تمہاری طرف دیکھوں گا"

حال بھی اسی طرح بگڑتی گئی۔ جس دن کی پیشن گوئی کی گئی تھی یعنی وجے دشمی وہ بہت قریب آگیا تھا رام چندر داداا اور بالا شمپی تاتیا کے بارے میں بہت ہی متفکر تھے اور خوف سے کانپتے ہوئے پسینے میں بھیگتے ہوئے انھوں نے سوچا کہ بابا کی پیشن گوئی کے عین مطابق تاتیا کا خاتمہ بہت قریب ہے۔ چناں چہ وجے دشمی کا دن طلوع ہوا اور تاتیا کی نبض بہت آہستہ سے چلنے لگی۔

لیکن اس دوران ایک بڑا ہی عجیب واقع رونما ہوا۔ تاتیا بچ گیا۔ اس کی موت ٹل گئی اور اس کے بدلے بابا فوت ہوگئے۔ ایسا دکھائی دیا کہ جیسے ادلا بدلی کا واقعہ ہوا ہو۔ لوگوں نے کہا کہ بابا نے تاتیا کو بچانے کے لیے اپنی جان دی ہے۔ انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ بات صرف وہی جانتے ہیں کیوں کہ بابا کی باتیں پر اسرار ہوتی ہیں۔ البتہ اس واقعے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بابا نے تاتیا کا نام لے کر در اصل اپنے انتقال کی پیشن گوئی کی تھی۔

دوسری صبح پنڈھرپور میں بابا نے داس گنو کے خواب میں نمودار ہو کر اس سے کہا: ”مسجد گر گئی ہے۔ شرڈی کے سبھی تیل بیچنے والوں اور پنساریوں نے مجھے بہت پریشان کیا اس لیے میں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اس لیے میں یہاں تمہیں یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ وہاں جلد جا کر میرے جسد خاکی کو بکل پھولوں سے ڈھانپ دو۔ داس گنو کو یہ اطلاع شرڈی سے آنیوالے خطوط سے بھی ملی۔ چناں چہ وہ اپنے بھگتوں کے ساتھ شرڈی آیا اور بابا کے سمادھی اختیار کرنے سے ایک روز قبل سارا دن بھجن کیرتین کرنے کے ساتھ ہی ساتھ خدا کے نام کا ورد بھی کرتا رہا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے ہار بنا کر جس میں بھگوان ہری کا نام بھی لکھ کر شامل کیا گیا تھا، بابا کی سمادھی پر چڑھایا اور سب کو بابا کے نام کا کھانا بھی کھلایا۔

نہ آیا۔ بابا نے اس کے بارے میں ایک اشارہ یوں دیا۔

## رام چندر اور تاتیا پاٹل کی موت کو ٹالنا

کچھ وقت گذرنے کے بعد رام چندر پاٹل بہت بیمار ہو گیا۔ اسے بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اس نے ہر طرح کا علاج کرایا جب کوئی افاقہ نہ ہوا تو زندگی سے مایوس ہو کر وہ موت کا انتظار کرنے لگا۔ ایک دن آدھی رات کو اچانک بابا اس کے سرہانے کھڑے تھے کہ پاٹل نے ان قدموں میں گر کر گڑگڑاتے ہوئے ان سے پوچھا: میں زندگی سے مایوس ہو چکا ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے قطعیت کے ساتھ بتا دیجئے کہ میں کب اس دار فانی سے رخصت ہوں گا۔ مہربان بابا نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا:

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تمہاری موت کا پروانہ واپس لے لیا گیا ہے اور تم جلد ہی صحت یاب ہو جاؤ گے۔ لیکن مجھے تاتیا پاٹل کی فکر ہے۔ وہ شاکا سموت **1840** مطابق **1918**ء کو وجے دشمی کے دن اس جہاں سے رخصت ہو گا۔" رام چندر دادا صحت یاب ہو گیا لیکن تاتیا کی زندگی کے بارے میں پریشان ہو گیا کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ بابا کے الفاظ بدلے نہیں جاسکتے اور یہ کہ تاتیا دو سال کے اندر اندر اس جہاں فانی سے کوچ کر جائے گا۔ اس نے اس راز کو راز ہی رکھا اور سوائے بالا شمپی کسی کو نہیں بتایا اس لیے تاتیا کی زندگی کے بارے میں یہ ہی دو اشخاص فکر مند یا پر تشویش تھے۔

رام چندر دادا جلد ہی بستر کو چھوڑ کر اپنے قدموں پر کھڑے ہو گیا۔ وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ شاکا **1840** کا بھادوں کا مہینہ ختم ہو رہا تھا اور **10** اسوج کی آمد تھی۔ بابا کے الفاظ کے عین مطابق تاتیا بیمار پڑ گئے بستر سے لگ گیا۔ تاتیا کو بابا میں پورا یقین تھا اور بابا کو ہری میں جو ان کا محافظ تھا۔ تاتیا کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے لیے ہلنا جلنا بھی مشکل ہو گیا لیکن وہ ہمیشہ بابا کو یاد کرتا رہا۔ بابا کی صورت

بخار دو تین روز تک رہا لیکن اس کے بعد بابا نے کھانا ترک کر دیا جس سے وہ دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔ سترویں دن یعنی 15/اکتوبر 1918ء بروز منگل وار بابا کی روح نے کوئی ڈھائی بجے دوپہر کو اپنے جسدِ خاکی کو چھوڑ دیا (بحوالہ مکتوب از جی۔جی نار کے مورخہ 5/ نومبر 1918ء بنام دادا صاحب کھاپڑے مطبوعہ "سائی لیلا" میگزین صفحہ 78 پہلا سال) اس سے دو سال قبل یعنی 1916ء کو بابا نے خود اپنے انتقال کے اشارے دیئے تھے۔ لیکن اس وقت کسی کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔ قصہ اس طرح تھا:

دسہرے کے روز شام کے وقت جب لوگ "سیما اُلنگھن" (یعنی حدود پار کرنے) کی رسم سے لوٹ رہے تھے بابا غصے سے آپے سے باہر ہو گئے۔ انھوں نے اپنے سر کا کپڑا، کفنی اور لنگوٹ اُتار کر اپنے سامنے جل رہی دھونی میں پھینک دیا۔ ان کپڑوں کی وجہ سے دھونی روشن ہو کر تیز جلنے لگی۔ بابا کا وجود اس سے بھی زیادہ چمک دار نظر آرہا تھا۔ وہ وہاں اپنی جلتی ہوئی سرخ آنکھوں کے ساتھ مادر زاد عریاں کھڑے یوں چیخ اُٹھے "اے لوگو! اب تم دیکھ کر بتاؤ کہ میں مسلمان ہوں یا ہندو" ہر آدمی خوف سے کانپ رہا تھا۔ اور کسی میں حوصلہ نہ تھا کہ وہ بابا کے قریب پہنچے۔ کچھ دیر کے بعد بھاگو جی شنڈے نے جو بابا کا جزام زدہ بھگت تھا، بڑی ہمت سے بابا کے قریب جا کر انھیں لنگوٹ پہناتے ہوئے ان سے پوچھا: "بابا یہ سب کیا ہے آج تو دسہرا یعنی (سیما اُلنگھن کا تہوار) ہے" بابا کا غصہ گیارہ بجے رات تک ٹھنڈا نہ ہوا اُنہوں نے کہا کہ یہ میرے لیے بھی حد سے گزرنے کا دن ہے۔ لوگوں کو یقین نہیں تھا کہ اس رات چاوڑی کا جلوس نکل بھی پائے گا یا نہیں۔ ایک گھنٹے میں بابا اپنی معمول کی حالت میں لوٹ آئے اور لباس پہن کر معمول کی طرح کے جلوس میں اسی طرح شامل ہوئے جیسا پہلے بیان ہوا ہے۔ اس واقعے کے ذریعے بابا نے یہ ظاہر کیا کہ دسہرے کا دن ان کے لیے زندگی کی ہر سرحد کو عبور کرنے کے لیے سب سے مناسب دن تھا۔ لیکن کسی کو بھی اس کا مفہوم سمجھ میں

پینتسواں باب

# بابا کا انتقال

[ گذشتہ اشارے ، رام چندر دادا پاٹل اور تاتیہ کوتے پاٹل کی موت کا ازالہ ، لکشمی بائی شنڈے کی سخاوت ، آخری وقت ]

## ابتدائیہ

پچھلے باب میں بیان کی گئی کہانیاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ گورو کا کرم اس دنیا کی عارضی زندگی کے خوف کو دور کرتا ہے، نجات کی راہ کھولتا ہے اور ہمارے دکھ کو خوشی میں مبدل کرتا ہے۔ اگر ہم اپنے گورو کے قدموں کو ہمیشہ یاد رکھیں تو ہمارے مصائب کا سد باب ہوتا ہے۔ موت اپنے ڈنک سے محروم ہو جاتی ہے اور اس دنیا کی عارضی زندگی کا دکھ مٹ جاتا ہے۔ اس لیے جو لوگ اپنی بھلائی کی فکر کرتے ہیں انھیں سائی سمرتھ کی ان کہانیوں کو توجہ سے سننا چاہیے جو ان کے من کو پاک کر دیں گی۔

ہیماڈپنت ڈاکٹر پنڈت کی عبادت اور اس کے بابا کے ماتھے پر تین سیدھی لکیریں کھینچنے کے بارے میں ذکر چوں کہ پچھلے باب میں ہو چکا ہے اس لیے یہاں اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔

## مستقبل کی آگہی

قارئین نے اس وقت تک بابا کی زندگی سے متعلق کہانیاں سنیں۔ اب بابا کے انتقال کا ذکر توجہ سے سنیں۔ 28/ ستمبر 1918ء کو بابا کو معمولی سے بخار کا حملہ ہوا۔ یہ